OPEN ACCESS
Journal of Semitic Religions
ISSN (Print): 2958-7514
ISSN (Online): 2958-7522
https://jsrpk.com/index.php/Journal

اصحاب فترت کی عاقبت (فکرِ اسلامی کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ)

The Resurrection of those to whom the Prophet's Teachings did not Reach (An Analytical Study in the light of Islamic Thought)

Mian Swaiz Nadeem

Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Thought, History & Culture, AIOU Islamabad

Dr. Hafsa Ayaz Qureshi

Lecturer Islamic Studies, Fatima Jinnah University, Rawalpindi. (hafsa_ayyaz@fjwu.edu.pk)

Abstract

Prophets come to preach about the teaching of Allah. Their prior endorsement is about the oneness of God (Tauheed). A messenger of God who comes with a book is called Rasol. Prophets preach to every class of society whether it is upper class or lower class of society. But it is possible that some of the people did not hear or know about his coming or teachings. Those people are called the people of Fatrah (The period between the two prophets) Some of the Quranic Scholars say that the period between two prophets is called the period of Fatrah. There are three main schools of thought about the people of Fatrah (those who did not know about the teachings of prophets). Ashari says that they will be forgiven because they did not know the prophets teaching . Maturidi and Mutazila says that human intellect has the capability to reach and know the oneness of God.

In this article an critical and analytical studies will be done of these schools of thought have been given according to the Quran and Sunnah.

Keywords: Ahl-al Fatrah. Prophets, Resurrection, Teachings, Islamic Thought

The period between the two prophets

تمہید

بعثت انبیاء علیھم السلام سنت اللہ ہے۔ رسول یا نبی بنیادی طور پر مخلوق خداوندی کو توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ نیز رسول اپنے ساتھ باقاعدہ کتاب اور شریعت بھی لاتا ہے۔ مرورِ زمانہ ماقبل نبی یا رسول کی تعلیمات مسخ ہو جاتی ہیں۔ لوگوں میں مختلف بدعات (عقائد و عبادات اور غیر شرعی رسومات) در آتے ہیں ان کی تجدید و اصلاح اور لوگوں کو دوبارہ توحید سے روشناس کرنا اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کرنے کے لیے انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے۔ انبیاء کرام اپنی دعوت کو قوم کے سرداروں اور حتی الامکان معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ان کے لیے ممکن نہیں فرداً فرداً (ایک ایک) فرد کے پاس جا کر اس کو دعوت دیں۔ یہ عین ممکن ہے نبی کی دعوت (چاہے اصل حالت میں یا محرف حال میں) کسی قوم تک نہ پہنچی ہو۔ جن لوگوں یا بستی تک نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو ان کو اہل فترات کہا جاتا ہے۔ یہ قوم یا بستی بھی ہو سکتی ہے اور کوئی ایک فرد بھی۔ اہل فترت کی اصطلاحی تعریف زیر

CC BY

نظر مقالہ میں تفصیلا بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں پر حجت یا دلیل قائم نہ ہوئی ہو یا بالفاظ دیگر نبی کی دعوت توحید نہ پہنچی ہو ان کو اہل فترت کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ رسول یا نبی کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی انسان آخرت میں بلند درجات کا حامل ٹھہرتا ہے۔ اس تناظر میں ان لوگوں کی عاقبت (آخرت میں جزا و سزا کا معاملہ) کیسے ہو گی؟ ان کی بلندی درجات کی تقدیر کیا ہو گی؟ کیا اہل فترات کا اطلاق دو نبیوں کے انقطاع کو کہا جا سکتا ہے؟ اہل فترات کی عاقبت کے بارے میں اہل علم کی آراء کیا ہیں؟ اختلاف کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا عصر حاضر میں بھی اہل فترات کا وجود ہے؟ امت محمدیہ ﷺ کا منصب دعوت و تبلیغ اس میں کس حد تک معاون ثابت ہو سکتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کی تنقیح وقت کی اہم ضرورت ہے۔ زیر نظر مقالہ میں بیانیہ و تجزیاتی منہج تحقیق کے مطابق نتائج کا حصول عمل میں لایا گیا ہے۔ درج ذیل عنوانات کے تحت ان بنیادی سوالات پر تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

اہل فترات کی تعریف، معنی اور مفہوم

لفظ فَترت کا تلفظ بفتح الفاء بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے کئی لغوی معانی ہیں، کمزوری، سستی، سختی کے بعد نرم ہو جانا اور انقطاع۔ فتر المفاصل (جوڑوں کا ڈھیلا اور کمزور ہو جانا)۔ فترالجسم (جسم کا سست پڑ جانا)۔ الفترة کا معنی ہے دو زمانوں کے درمیان کا عرصہ۔[1] اسی طرح ابن منظور الافریقیؒ نے اس کا معنی الانکسار اور الضعف سے کیا ہے[2]۔ علامہ راغب الاصفہانیؒ نے یہ معنی بیان کیے ہیں: سختی اور شدت کے بعد سکونت اختیار کرنا اور نرم پڑ جانا۔ لَا يَفْتُرُونَ [3] کا معنی ہے کہ وہ عبادات میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں کبھی سست نہیں پڑتے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ہلکا ہونے کے معنی بھی مستعمل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ[4] یعنی وہ عذاب ان کے لیے ہلکا نہیں پڑنے دیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔

﴿يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ[5] ترجمہ: اے اہل کتاب! ہمارا یہ رسول ایسے وقت تمارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا"۔ مفسرین کی تصریحات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے جو حضرت عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے درمیانی عرصے کو فترت قرار دیا ہے وہ خاص اسی آیت کے تناظر میں ہے علی الاطلاق فترت کو اس تعریف میں شامل نہیں کیا گیا۔ علامہ آلوسیؒ نے جمہور مفسرین کا موقف اہل فترات کے بارے میں دو رسولوں کے درمیان کا وقفہ یا عرصہ فترت قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: "وهي عند جميع المفسرين انقطاع ما بين الرسولين"[6]۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ تعریف بیان کی ہے کہ: "وزمان الفترة هو ما بين الرسولين من المدة التي لا وحي فيها"[7] زمانہ فترت سے مراد دو رسولوں کے مابین مدت ہے جس میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

ان تعریفات میں ایک ضعف اور ابہام پایا جاتا ہے۔ غالبا یہ تعریف اہل جاہلیت کے لیے وضع کی گئی ہے۔ کیوں کہ مفسرین نے اہل فترت کی مدت کو عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے درمیان کو قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس تعریف میں ان لوگوں کا شمار بلا تکلف نہیں ہوتا جن کو کسی نبی یا رسول کی تعلیمات نہ پہنچی ہوں۔ ظاہر ہے کہ نبی کی موجودگی میں بھی اہل فترت پائے جاتے ہیں جن تک اس نبی کی دعوت نہیں پہنچی ہوتی۔ لہذا اہل فترت کی راجح تعریف یہی ہے کہ وہ لوگ جن تک کسی نبی یا رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ چاہے براہ راست نبی کے ذریعہ یا نبی کے متبعین کے ذریعے۔

شیخ البانیؒ کی رائے یہ ہے کہ جو شخص جاہلیت میں شرک کی حالت میں مرا ہو اس کو اہل فترت میں شمار نہیں کیا جا سکتا جیسے کہ بہت سارے لوگ ان کو بھی شامل کر دیتے ہیں۔ دلیل یہی ہے کہ اہل فترت اور مشرک دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔[8]

علامہ زرقانیؒ نے یہ تعریف بیان کی ہے:

" لأن أهل الفترة هم: الأمم الكائنة بين أزمنة الرسل الذين لم يرسل إليهم الأول، ولا أدركوا الثاني، كالأعراب الذين لم يرسل إليهم

عيسى ولا لحقوا النبي صلى الله عليه وسلم. والفترة بهذا التفسير تشمل ما بين كل رسولين، كالفترة بين نوح وهود، لكن الفقهاء إذا تكلموا في الفترة فإنهم يعنون التي بين عيسى ونبينا عليهما الصلاة والسلام" [9]

" وہ امت جو دو رسولوں کے مابین ہو، جن کے پاس پہلا رسول نہیں آیا اور نہ انہوں نے دوسرے کو پایا، جیسے کہ عرب کے اعراب جن کی طرف عیسیٰؑ نہیں آئے اور نہ انہوں نے آپ ﷺ کو پایا، اس وضاحت سے اہل فترات سے مراد دو رسولوں کے مابین زمانہ کہلاتا ہے، جیسے کہ نوح اور ھود علیہما السلام کے درمیان کا وقفہ ہے لیکن جب فقہاء اس پر بات کرتے ہیں تو وہ عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے درمیان کا زمانہ مراد لیتے ہیں"۔

ڈاکٹر عمار خان ناصر متکلمین کی آراء کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "علم کلام میں اس سے مراد وہ زمانہ لیا جاتا ہے جب کسی قوم یا علاقے میں پیغمبر کی بعثت کے بعد طویل عرصہ گزر چکا ہو اور مرور زمانہ سے اس کی صحیح تعلیم ضائع یا لوگوں کے ذہن اور عمل سے محو یا باطل کے ساتھ خلط ملط ہو چکی ہو"[10]۔

خلاصہ ان تعریف کا یہ ہے کہ اہل فترات سے مراد وہ لوگ ہیں جن تک کسی نبی یا رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ چاہے براہ راست نبی کے ذریعے یا ان کے متبعین کے ذریعے۔ یہ عین ممکن ہے کہ دور دراز کے علاقوں میں رہنے والوں تک کوئی رسول (پیغام پہنچانے والا) نہ پہنچا ہو۔ اس کا زیادہ عرصہ حضرت عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے درمیان کا وقفہ ہے۔ جس میں کوئی اور نبی نہیں آیا۔

تاریخی اعتبار سے اہل فترات کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں:

1۔ اول وہ لوگ جنہوں نے اپنے بصیرت سے توحید تک رسائی حاصل کی اور کسی شریعت میں داخل نہیں ہوئے یعنی ان تک کوئی شریعت نہیں پہنچی تھی۔ جیسے کہ قس بن ساعدۃ وزید بن عمرو بن نفیل وغیر ھم

2۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے اپنی فطرت کو بدل ڈالا اور شرک اختیار کیا اسی طرح حلال و حرام کا فیصلہ بھی خود کیا جیسے کہ عمرو بن لحی وغیرہ

3۔ تیسرے وہ لوگ جنہوں نے نہ کبھی شرک کیا اور نہ ہی توحید کو پایا، اور کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئی بلکہ ساری عمر اسی غفلت میں گزار دی۔ یہی لوگ اصل میں اہل فترت کہلاتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن کریم میں شرک کی مذمت سختی سے وارد ہوئی ہے۔[11]

تاریخ میں اصحاب فترت کے نام بھی منقول ہیں جو اہل توحید میں سے تھے مثلاً، حنظلہ بن صفوان، اصحاب الرّس واصحاب الاخدود، وورقہ بن نوفل وغیر ھم۔[12] ورقہ بن نوفل جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو نبوت کی علامت پر آگاہ کیا تھا۔ ان کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ مسلمان اور اصل دین مسیح جو کہ محرف نہ تھا، کے پیروکار تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ سے جو مکالمہ ان کا ہوا انہوں نے کہا "وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا "اگر مجھے آپ کی نبوت کا زمانہ مل گیا تو آپ کی پوری قوت سے مدد کروں گا"۔ اس سے واضح ہوتا کہ ایمان لے آئے تھے۔[13] اصحاب کہف کے بارے میں بھی بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ وہ بھی کسی نبی کے پیروکار نہیں تھے بلکہ اپنی فطرت سلیمہ کے سبب توحید تک رسائی میں کامیاب ہوئے۔

دور جاہلیت کے اہل عرب کیا اہل فترات ہیں؟ اس میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اشاعرہ میں بعض کا قول اس کے موافق ہے۔ کیوں ابراہیم علیہ و اسماعیلؑ کی دعوت صدیوں سے بت پرستی اور بدعات میں بدل چکی تھی۔ اصل دعوت مسخ شدہ تھی۔ لیکن دلائل وبراہین سے ایک اور منظر سامنے آتا ہے۔ دور جاہلیت والوں پر خدا تعالی کی حجت قائم ہو چکی تھی۔ وہ دین حنیف کے پیروکار تھے، جن میں توحید ربوبیت کا تصور خالص موجود تھا[14]۔ ان کے ارد گرد عیسائی اور یہودی موجود تھے جن کے پاس خدا کی کتاب موجود تھی۔ البتہ شریعتیں مسخ شدہ تھی لیکن توحید کا تصور موجود رہا۔ اسی سبب سے آپ ﷺ نے دور جاہلیت کے بعض لوگوں کے بارے

جہنمی ہونے کی اطلاع دی۔ جیسے کہ عمرو بن لحی کے بارے میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" عمرو بن لحی کو میں نے جہنم میں دیکھا تو وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا اس نے سب سے پہلے سانڈ چھوڑنے (بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے) کی رسم نکالی"۔[15] اسی طرح آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے والدین کی نجات کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ دوسرا اور جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہیں ہوں بلکہ احادیث صحیحہ سے ان کی وفات شرک پر ہوئی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ " آگ میں ہے" پھر آپ نے فرمایا" "إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النار" بے شک میرے والد اور تمہارے والد آگ میں ہیں۔[16] البتہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس معاملہ میں توقف اور سکوت (خاموشی) اختیار کی جائے۔ امام السیوطیؒ اور دیگر اصحاب کے نزدیک والدین رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نجات یقینی ہے۔ کیوں کہ وہ اہل فترت میں سے تھے۔ انہوں باقاعدہ اس پر مقالہ لکھا ہے۔[17]

مرفوع القلم کے بارے میں حدیث

فقہائے کرام نے معذورین کی فہرست میں ان تین قسم کے لوگوں کے ساتھ ساتھ اہل فترات کو بھی شامل کیا ہے:

" رُفِعَ القَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ، وَعَنِ المَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ "[18]

" تین طرح کے لوگ مرفوع القلم ہیں (یعنی قابل مواخذہ نہیں ہیں): سونے والا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ سمجھ بوجھ والا نہ ہو جائے"۔

فترت کی مدت

زمانے فترت کی مدت میں چار اقوال ہیں۔ اول یہ ہے کہ اس کی مدت چھ سو سال ہے۔ یعنی اس دوران کوئی اور نبی نہیں آیا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: إِنَّ مُدَّةَ الْفَتْرَةِ بَيْنَ عِيسَى وَنَبِيِّنَا صلى الله عليه وسلم سِتُّمِائَةِ سَنَةٍ [19] ۔ دوسرا قول پانچ سو ساٹھ 560 کا ہے۔ تیسرا قول چار سو بتیس 432 سال کا ہے۔ اور چوتھا قول پانچ سو چالیس 540 کا ہے [20]۔ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ 600 سال کے قریب قریب ہے۔

اہل فترات کے بارے میں مفسرین کی آراء

متقدمین اور متاخرین مفسرین کرام نے بعض آیات کے تحت اصحاب فترت کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ابن کثیرؒ " وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا " [21] اور ہم کبھی کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے ہیں جب تک کوئی پیغمبر (اس کے پاس) نہ بھیج دیں۔ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: وَأَنَّهُ لَا يُعَذِّبُ أَحَدًا إِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عليه بإرسال الرسول إليه [22] اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر حجت قائم ہونے سے قبل (یعنی رسول کی بعثت سے قبل) عذاب نہیں دیتے۔ اسی طرح امام بیضاویؒ کا بھی یہی قول ہے [23]۔

امام قرطبیؒ کا بھی یہ قول ہے فرماتے ہیں کہ: وَمَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ فَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحِقٍّ لِلْعَذَابِ مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ [24] اور جس کو نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو تو وہ عقل کے ذریعے مستحق عذاب نہیں ہو گا۔ یعنی عقل سے کوئی شخص نبی کی دعوت کا ادراک نہیں کر سکتا (توحید اور شریعتوں کے احکام کا ادراک نہیں کر سکتا)۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دار الحرب میں اگر کسی نے اسلام قبول کیا اور اس نے صلاۃ، زکات وغیرھم کے بارے میں کچھ نہیں سنا اور ایسے ہی مر گیا تو اس پر عذاب نہیں کیوں کہ ان کا جاننا سمع پر ہے عقل پر نہیں۔[25]

" يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ

بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "[26]

"اے اہل کتاب! ہمارا یہ رسول ایسے وقت تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا۔ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ سو دیکھو! اب وہ بشارت دینے اور ڈارانے والا آگیا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"آیت مذکوہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بالفرض کوئی قوم ایسی ہو کہ ان کے پاس نہ کوئی رسول اور نہ کوئی پیغمبر آیا اور نہ ان کے نائبین پہنچے اور نہ پچھلے انبیاء کی شریعت اس کے پاس محفوظ تھی تو یہ لوگ اگر شرک کے علاوہ غلط کاری اور گمراہی میں مبتلاء ہو جاویں تو وہ معذور سمجھے جاویں گے۔ وہ مستحق عذاب نہیں ہوں گے اسی لیے فقہاء کا اہل فترت کے معاملہ میں اختلاف ہے کہ وہ بخشے جاویں گے یا نہیں۔ جمہور کا رجحان یہ ہے کہ امید اسی کی ہے کہ وہ بخش دیے جاویں گے جب کہ وہ اپنے اس مذہب کے پابند رہے ہوں جو غلط ان کے پاس حضرت موسیٰ یا عیسیٰ (علیہما السلام) کی طرف منسوب ہو کر موجود تھا۔ بشر طیکہ وہ توحید کے مخالف اور شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ کیوں کہ مسئلہ توحید کسی نقل کا محتاج نہیں۔ وہ ہر انسان ذرا سا غور کرے تو اپنی ہی عقل سے معلوم کر سکتا ہے۔[27]

قاضی ابن عطیہؒ نے تفسیر المحرر الوجیز میں توحید کی دعوت کو پورے عالم کے لیے مستمر قرار دیا یعنی توحید کی دعوت ہر امت و قوم تک پہنچ چکی ہے۔ کیوں کہ آدمؑ سے لے کر آپ ﷺ تک سب نے توحید کو خوب اجاگر کیا۔ فرماتے ہیں: "پس ایسے لوگ جنہوں نے کفر و شرک اختیار نہ کیا ہو اور ان تک توحید کی دعوت بھی نہ پہنچی تو ایسے ہی لوگ اہل فترات ہیں ان کا حکم نابالغ بچوں اور پاگلوں کا سا ہے اور یہ جنت کے حقدار ہیں۔ لیکن جنہوں نے بتوں کی عبادت کی یہ واجب کے تارک ہوئے اس لیے مستوجب عذاب ہوں گے [28]"۔

اہل فترت کے بارے میں محدثین کی آراء

محدثین کرامؒ میں اکثر کا مذہب اشاعرہ کے موافق ہے۔ وہ تعذیب اہل فترات کے قائل نہیں بلکہ قیامت کے روز ان کا امتحان لینے والی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ روایات فقہاء کرام نے بھی معذوروں کے باب میں شامل کیں ہیں۔ روایت درج ذیل ہے:

" أَرْبَعَةٌ يَحْتَجُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَصَمُّ، وَرَجُلٌ أَحْمَقُ، وَرَجُلٌ هَرِمٌ، وَرَجُلٌ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ، فَأَمَّا الْأَصَمُّ فَيَقُولُ: رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَلَمْ أَسْمَعْ شَيْئًا، وَأَمَّا الْأَحْمَقُ فَيَقُولُ: رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَالصِّبْيَانُ يَحْذِفُونِي بِالْبَعْرِ، وَأَمَّا الْهَرِمُ فَيَقُولُ: رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَمَا أَعْقِلُ، وَأَمَّا الَّذِي مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ فَيَقُولُ: رَبِّ مَا أَتَانِي لَكَ رَسُولٌ، فَيَأْخُذُ مَوَاثِيقَهُمْ لَيُطِيعَنَّهُ، فَيُرْسِلُ إِلَيْهِمْ رَسُولًا أَنِ ادْخُلُوا النَّارَ قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ دَخَلُوهَا كَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَسَلَامًا "[29]

"اسود بن سریعؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار لوگوں کا قیامت کے روز امتحان لیا جائے گا۔ بہرے شخص کا، پاگل شخص کا، بوڑھا کمزور آدمی، اور وہ شخص جو زمانہ فترت میں مرا ہو۔ بہرا کہے گا اے اللہ اسلام میرے پاس اس حال میں آیا کہ میں کچھ سن نہیں سکتا تھا۔ پاگل کہے گا کہ اے اللہ میرے پاس اس حال میں اسلام آیا کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے۔ اور بالکل بوڑھا بے حواس آدمی کہے گا اے اللہ میرے پاس اسلام اس حال میں آیا کے میرے ہوش و حواس ہی درست نہ تھے۔ اور اہل فترات کہیں گے کہ اے اللہ میرے پاس کوئی رسول نہیں پہنچا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ تم سب آگ میں داخل ہو جاؤ، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر یہ لوگ اس آگ میں کود پڑیں تو یہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو گی"۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ

" أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ وَفِيهِ أَنَّ مَنْ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ الْعَرَبُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَيْسَ هَذَا مُؤَاخَذَةٌ قَبْلَ بُلُوغِ الدَّعْوَةِ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ كَانَتْ قَدْ بَلَغَتْهُمْ دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالَى وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ--- "[30]

"جو شخص کفر کی حالت میں مرا وہ جہنم میں ہو گا۔ اور اس کو قرابت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی، اور جو شخص زمانہ فترت میں اس حال میں مرا کہ وہ بتوں کی عبادت کرتا تھا وہ بھی جہنم میں ہو گا۔ اور اس پر دعوت پہنچنے سے قبل کوئی مواخذہ نہ ہو گا پس جو اہل عرب تھے ان کی طرف ابراہیم اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی"۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا کے تحت امام نوویؒ کا قول امام ابن حجر عسقلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ "جب کسی عاقل شخص تک دعوت نہ پہنچی ہو تو اس کو عذاب نہیں ہو گا تو غیر عاقل کا معاملہ اس باب میں اولی قابل قبول ہے"۔[31]

نومولود بچوں کے بارے حدیث وارد ہوئی ہے کہ:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ[32]

"ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جیسا کہ جانور صحیح وسالم عضو والا بچہ جنتا ہے، کیا تم ان میں کوئی کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟"۔

مشرکین کے اولاد کے بارے میں متعدد اقوال ملتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے یعنی جہنم میں جائیں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ برزخ میں ہوں کیوں کہ انہوں نہ اچھے اعمال کیے ہیں کہ جنت میں جائیں اور نہ برے اعمال کیے ہیں کہ جہنم میں جائیں۔ چوتھا قول یہ ہے ک وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ پانچوا قول یہ ہے کہ ان کا امتحان لیا جائے گا۔ یہ قول ابن حجر کے نزدیک اہل فترات کے بارے میں ہے۔[33] ان میں اصل یہی ہے کہ وہ مرفوع القلم ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے بھی مولود کے بارے میں صراحت کی ہے یہ ان پر کوئی مواخذا نہیں اور یہ متفق علیہ بات ہے۔[34]

نور الدین حلبیؒ اہل فترت عرب کے بارے میں فرماتے ہیں:"ومن المقرر أن العرب لم يرسل إليهم رسول بعد إسمعيل، وأن إسمعيل انتهت رسالته بموته كبقية الرسل، لأن ثبوت الرسالة بعد الموت من خصائص نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، فعليه أهل الفترة من العرب لا تعذيب عليم وإن غيروا أو بدلوا أو عبدوا الأصنام "یہ بات توطے شدہ ہے کہ عربوں کے پاس اسماعیلؑ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا، اور اسماعیلؑ کی رسالت بھی بقیہ رسل کی طرح ان کی وفات تک رہی، کیوں کہ وفات کے بعد بھی رسالت کی خصوصیت صرف آپ ﷺ کی ہے، پس اہل فترات جو اہل عرب سے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اگرچہ انہوں نے تغیر اختیار کیا، دین کو بدلا اور بت پرستی اختیار کی[35]۔

ماتریدیہ اور احناف کا قول یہی ہے کہ اہل فترت اگر توحید پر ان کا خاتمہ ہو تو اہل جنت میں سے ہوں گے اور اگر نہیں تو اہل نار میں سے ہوں گے۔ دلیل ان کی یہ کہ معرفت خداوندی عقلی ہے اور انسان عقل کے ذریعے خدا کو جان سکتا ہے۔ دوم جنت میں کوئی مشرک داخل نہیں ہو گا، تمام کے تمام اہل توحید ہوں گے۔ اس کے جواب میں ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا ہے کہ " ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ عقل توحید کی طرف رہنمائی کرتی ہے، سمعیات سے قطع نظر کرے ہوئے عقل کے بغیر ہم صحیح اسلام جان نہیں سکتے۔ لیکن اس کے ہوتے ہوئے، قرآن کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ ہمارے قول پر دلالت کرتے ہیں، اگر ہم پہلے قول کو لے لیں تو

ایسے سمعیات جن کے بارے میں عقل کو کوئی مجال نہیں، تو وہ باطل ٹھہرتی ہیں۔ بلکہ ایمان سمعیات سے ہی واجب ہے[36]۔

اہل فترت کے بارے میں متکلمین کی آراء

اہل فترت کے بارے جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ اصلاً حصولِ توحید یا معرفتِ توحید کے بارے میں ہے، شرعی احکام کے بارے میں نہیں (یعنی نماز روزہ زکات کی مقدار اور اوقات وہیت وغیرہ) کیوں کہ ان کا حصول عقل کے ذریعے ممکن نہیں البتہ خالق کائنات کی معرفت یعنی توحید اور اس کا حصول اکثر متکلمین کے نزدیک ممکن اور واجب ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ کسی مشرک کو جنت میں داخل نہیں کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے شریعت کی قید لگانا محال ہے۔

معتزلہ چونکہ اشیاء میں حسن وقبح کو عقلی مانتے ہیں اور اشاعرہ نقلی، تو ان کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں اصول وفروع دونوں کا جاننا شرعی ہے عقلی نہیں۔ اس لیے جن تک رسول کی دعوت نہیں پہنچی ان کو عذاب نہیں ہو گا۔ ماتریدی کہتے ہیں انسان معرفت خداوندی کا اس حال میں بھی مکلف ہے کہ اس کے پاس رسول کا پیغام نہ پہنچا ہو۔ اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ احکام کا جاننا عقلی ہے نا کہ شرعی، شریعت اور رسول کا آجانا تو اللہ تعالی کی طرف سے فضیلت کی بات ہے، خیز وشر کا جاننا عقلی ہے، نیز توحید باری تعالیٰ کا جاننا بھی عقلی ہے۔ تو معتزلہ کے نزدیک اہل فترات اگر بغیر معرفت خداوندی کے مر گئے تو ابدی جہنم میں ہوں گے۔

ابن الوزیرؒ نے ابو الحسن الاشعریؒ کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے اہل السنت والجماعت کا اجماع نقل کیا گیا ہے کہ اہل فترات کا قیامت کے روز امتحان لیا جائے گا۔ پس جس نے اطاعت کی اس کو جنت ملے گی اور جس نے انکار کیا وہ جہنم میں جائے گا۔[37]

امام ابن تیمیہ نے ان لوگوں کو اہل فترات میں شامل کیا ہے جن پر کوئی حجت قائم نہ ہوئی ہو، قیامت کے روز ان کا امتحان لیا جائے گا فرماتے ہیں: **وَمَنْ لَمْ تَقُمْ عَلَيْهِ الْحُجَّةُ فِي الدُّنْيَا بِالرِّسَالَةِ كَالْأَطْفَالِ وَالْمَجَانِينِ وَأَهْلِ الْفَتَرَاتِ فَهَؤُلَاءِ فِيهِمْ أَقْوَالٌ أَظْهَرُهَا مَا جَاءَتْ بِهِ الْآثَارُ أَنَّهُمْ يُمْتَحَنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ مَنْ يَأْمُرُهُمْ بِطَاعَتِهِ، فَإِنْ أَطَاعُوهُ اسْتَحَقُّوا الثَّوَابَ وَإِنْ عَصَوْهُ اسْتَحَقُّوا الْعِقَابَ**[38] (یعنی رسالت کے ذریعہ جن پر حجت قائم نہ ہوئی ہو جیسے کہ نابالغ بچے، دیوانے، اور اہل فترات، ان کے بارے میں واضح روایات منقول ہیں، قیامت کے روز ان کا امتحان لیا جائے، پس اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام رساں بھیجے گا جو ان کو اطاعت کا حکم کرے گا۔ پس اگر انہوں نے اطاعت کر لی، تو ثواب کے مستحق ٹھہریں اور اگر نافرمانی کی تو پھر عذاب کے مستحق ہوں گے۔

امام ماتریدیؒ اور اکثر حنفیہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اہل فترات سے توحید کا سوال ضرور ہو گا۔ اگر توحید پر ان کا خاتمہ ہو تو ان پر کوئی عذاب نہیں ہو گا کیونکہ توحید کا حصول عقل کے ذریعہ ممکن ہے اگرچہ اس کے پاس کوئی رسول نہ آیا ہو مذکوہ آیت سے مراد دنیاوی عذاب ان کو نہیں دیا جائے۔ فرماتے ہیں: **وأن لله تعالى أن يعذبهم لتركهم التوحيد وإن لم يرسل إليهم الرسل، فيكون تأويل قوله عز وجل: (وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا)، على عذاب الاستئصال في الدنيا ليس على عذاب الآخرة، والله أعلم**[39] معتزلہ کے نزدیک یہاں رسول سے مراد عقل ہے۔[40]

امام طبریؒ نے احناف کا قول نقل کیا کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل فترات کو شریعتوں کے مامورات ومنہیات پر کوئی عذاب نہیں دے گا۔ جب تک کہ کوئی رسول ان کی طرف نہ بھیج دے۔ اور جہاں تک توحید کا سوال ہے ان کی رائے یہ ہے کہ کائنات کی آفاقی نشانیاں اور خود اپنے نفس کی نشانیاں جو کہ عقل کی ادراک میں آتی ہیں ان کا حصول واجب ہے۔ "**وقالت الحنفية لا يعذب**

الله على الشرائع من المأمورات والمنهيات الّا بعد بعثة الرسل وامّا وجوب نفس التوحيد فغير متوقف عليه لدلالة الآيات الآفاقية والانفسية عليه وكفاية ادراك العقل فيه "[41]

محمد ثناء اللہؒ نے تفسیر مظہری میں امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں: "امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ جس شخص کو دعوت پیغمبر کی اطلاع نہ پہنچی ہو فقط عقل و ہوش ملنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتقادی یا عملی حکم واجب نہیں ہوتا، پس پیغمبر کی دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے اگر کوئی شرک یا عملی معصیت کا مرتکب ہو تو اس کو عذاب نہ ہو گا۔ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ حاکم اللہ ہی ہے لیکن انسانی عقل بجائے خود اللہ کو ایک سمجھنے اور تمام عیوب و نقائص سے پاک جاننے اور معجزات کی روشنی میں نبوت کا اقرار کرنے کی مکلف ہے۔ اقرار توحید و رسالت کا مدار عقل پر ہے حکم خداوندی اور ہدایت رسول پر نہیں جس کو بعثت نبی کی اطلاع نہ پہنچی ہو یا انبیاء کو اللہ مبعوث ہی نہ کرے تب بھی توحید و تنزیہ کا اعتراف عقل کا فریضہ ہے"۔[42] اسی طرح اشاعرہ کا اصل مذہب تو یہی ہے کہ اگر کسی کو پیغمبر کی دعوت نہ پہنچی اور وہ کفر کی حالت مر جائے تو عذاب نہ ہو گا۔ لیکن ان میں بھی بعض یہ کہتے ہیں ان کا امتحان لیا جائے جیسے کہ مذکورہ بالا احادیث میں بتایا گیا ہے۔ نیز جن لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ نے صراحتاً جہنمی ہونے کا بتایا ہے وہ ان سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے اہل جاہلیت کے بعض افراد کو آپ ﷺ نے آگ کی بشارت دی۔ لیکن اس کے برعکس ماتریدیوں کا مذہب یہ ہے کہ توحید تک رسائی عقلی دلائل و مشاہدات کائنات کے ذریعے ممکن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی کسی مشرک کو جنت میں نہیں ڈالے گا۔ ماتریدیوں کی رائے اس باب میں زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیوں کہ قرآن کریم نے ہر شخص کو تدبر، تفکر اور تسخیر کائنات کا حکم دیا ہے اور جابجا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی بناوٹ و تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس کا اصل مقصد یہی ہے کہ اتنی منظم، مربوط، فرماں بردار، حسین، بغیر نقص کی مخلوق اللہ تعالیٰ یا ایک خدا کے سوا کوئی اور کیسے بنا سکتا ہے! دلائل درج ذیل ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: " **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ** "[43] بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔" **لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا** "[44] اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ **أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (١٧) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (١٨) وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (١٩) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ**[45] تو کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں کیسے پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کو کہ اسے کس طرح بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کو کہ انہیں کس طرح گاڑا گیا؟ اور زمین کو کہ اسے کیسے بچھایا گیا؟ **الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ (٣) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ**[46] جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے، تم خدائے رحمن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے، اب پھر سے نظر دوڑا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ متذکرہ بالا آیات اور دیگر آیات اس بات کی بین دلائل ہیں کہ انسان اپنی عقل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تسخیر، تدبر و تفکر فی خلق اللہ کے ذریعے توحید باری تعالیٰ کا ادراک کرے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ انسان کا شرف امتیاز دیگر مخلوقات سے اعلیٰ درجہ کی تخلیقی صلاحیت ہے۔ لہٰذا کوئی بھی شخص چاہے اہل فترات میں سے ہی کیوں نہ ہو اقرار توحید سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

انسانی ذہن میں ابھرنے والے سوالات کے بارے میں امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں: "اس کے سامنے پہلے یہ سوال نہیں آتا کہ اس کا جو جسم ہے وہ کن اجزا سے بنا ہوا ہے؟ بلکہ وہ اس سوال کا جواب معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کو پیدا کس نے کیا ہے؟.......... بلکہ سب سے پہلے اس کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس وسیع زمین کو اپنے عجائب کے ساتھ وجود میں کون لایا ہے؟ اور وہ اس کو وجود میں لا کر خود کہاں چھپ کے بیٹھا ہوا ہے؟"[47]

اختلاف کی وجوہات

اصحاب فترت کے بارے مختلف مکاتب فکر کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے مابین اختلاف کی اصل وجوہات نصوص میں اختلاف کا ہونا ہے۔ بعض نے نابالغ بچوں اور مجنون کے حکم میں ان کو ڈالا ہے جب کہ بعض نے قرآن کریم کی محکم آیات کی تناظر میں شرک کی مذمت کو اصل رکھتے ہوئے انسان کو توحید کا مکلف ٹھہرایا ہے اگرچہ نبی کی دعوت اس تک نہ پہنچی ہو۔

خلاصہ بحث

انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات پیدا فرما کر اس کو عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔ اسی طرح انسان کے ذہن میں سب سے پہلے ابھرنے والے سوالات مابعد الطبیعی ہوتے کہ مجھے کس نے اور کیوں پیدا کیا؟ اس کائنات کو کس نے اور کیوں پیدا کیا؟ کیا اس کے پیچھے کوئی ذہن کار فرما ہے؟ انسان کا مقصد زیست کیا ہے؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کو جاننے کی کوشش ہر انسان کسی نہ کسی درجہ میں کرتا ہے۔ اور یہ سوالات بالکل فطری نوعیت کے ہیں۔ خداوند عالم کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر قوم میں نبی کو مبعوث کرتے ہیں[48] جو ان کو توحید و آخرت، جنت و دوزخ، انصاف و جزا یعنی غیب کی خبروں سے آگاہ کرتے ہیں۔ اپنے زمانے کے لوگوں تک جن میں امراء، غرباء وغیرہ ہر طبقہ تک نبی اپنی دعوت کو پھیلاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی دعوت سارے عالم تک بیک وقت نہیں پہنچ سکتی کچھ تک نبی پہنچا دیتے ہیں اور کچھ تک ان کے متبعین، لیکن اس سارے عمل میں ایسے لوگ بھی رہ جاتے جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی ہوتی جو ان کو توحید اور شریعت سمجھائے۔ ان کو اصحاب فترت کہا جاتا ہے۔ دو رسولوں کے درمیانی وقفہ کو مفسرین کی اصطلاح میں فترت کہا جاتا ہے۔ زمانہ فترت کی اصطلاح مفسرین اور فقہاء کے نزدیک حضرت عیسیٰ اور محمد ﷺ کے درمیانی عرصے کے ساتھ خاص ہے۔ نیز اہل فترت کی تعریف وہ ہر وہ شخص داخل ہے جس تک نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ ان کی آخرت میں سزا و جزا کا کیا حکم ہو گا؟ اس ضمن میں اہل علم کا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ تین بڑے مکاتب فکر سامنے آتے ہیں، اشاعرہ، ماتریدی اور معتزلہ۔ اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک ان کے پاس کوئی رسول نہ بھیج دے۔ اس لیے ان کے نزدیک اہل فترت جنتی ہیں۔ پھر ان میں بھی بعض مطلقاً جنتی مانتے ہیں اور بعض امتحان والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں کہ ان سے قیامت کے روز امتحان لیا جائے جو فرماں برداری کرلے گا جنتی ہو گا اور جو نافرمانی کرے گا تو وہ آگ میں ہو گا۔ ماتریدی اور معتزلہ کا مسلک قریب قریب ہے۔ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ معرفت توحید یا خداوندی عقلی ہے نقلی نہیں، یعنی کسی پیغمبر کی خبر دینے سے قبل بھی انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کے ذریعے توحید کا اقرار کرے۔ اور انسان توحید نقل کے بغیر بھی پا سکتا ہے۔ اہل فترت شریعتوں کے مکلف نہیں ہیں کیوں کہ ان کا جاننا نقل پر موقوف ہے۔ ماتریدی مکتب فکر کا موقف زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے متعدد دلائل عقل انسانی کو کائنات کی تخلیق میں غور فکر اور اس منظم و مربوط نظام پر توجہ دینے کا بار بار مطالبہ کرتے ہیں۔

مصادر ومراجع

---

[1] وحید الزماں کرانوی، وحید الزماں، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات لاہور-کراچی 2001ء، مادہ فتر، ص:1201

[2] ابن المنظور، محمد بن مكرم، لسان العرب،ناشر دار صادر بيروت الطبعة الثالثة ١٤١٤ هـ،مادہ:فتر، ج:5،ص:43

[3] الانبیاء20:21

[4] الزخرف75:43

[5] المائدہ19:5

6 الألوسي، شهاب الدين،روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،ناشر دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٥ هـ،ج:3،ص: ٢٧٤

[7] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، فتح الباري بشرح البخاري،ناشر المكتبة السلفية مصر ،الطبعة «السلفية الأولى»، ١٣٨٠ - ١٣٩٠ هـ،المقدمة،ص:165

[8] ناصر الدين الألباني،جامع تراث العلامة الألباني في العقيدة، ناشر مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء اليمن،الطبعة الأولى، ١٤٣١ هـ - ٢٠١٠ م،ج3،ص: ٨٠٨

[9] الزرقاني، محمد بن عبد الباقي،شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،ناشر دار الكتب العلمي الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م،ج:1،ص: ٣٤٠

[10] عمار خان ناصر، اخروی نجات اور مواخذہ کے ضابطے، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، جلد34/ شمارہ:10/ اکتوبر2023ء مطابق ربیع الاول / ربیع الثانی1445ھ، ص:2

[11] الزرقاني،محمد بن عبد الباقي، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،ناشر دار الكتب العلمي الطبعة الأولى ١٤١٧هـ-١٩٩٦م،ج:1،ص: ٣٤٢

[12] جواد علي، المفصل فى تاريخ العرب قبل الإسلام،ناشر دار الساقي،الطبعة الرابعة ١٤٢٢هـ/ ٢٠٠١م،ج:1،ص: ٤٢

[13] محمد عثمان غنی، نصر الباری، مکتبہ الشیخ کراچی، ج:1، ص:130

[14] الزمر:38﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصہ خزاعہ، رقم الحدیث:3521

[16] مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، بَاب بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تنفعه قرابة المقربين،رقم الحديث: ٢٠٣

[17] عبيد الله الرحماني المباركفوري،مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ناشر إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء الجامعة السلفية بنارس الهند الطبعة الثالثة - ١٤٠٤ هـ، ١٩٨٤ م،ج:5،ص: ٥١٣

[18] ترمذی،محمد بن عيسى،سنن ترمذی، أَبْوَابُ الْحُدُودِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الحَدُّ،رقم الحديث: ١٤٢٣

[19] ابن حجر العسقلاني،أحمد بن علي،فتح الباري بشرح البخاري،ناشر المكتبة السلفية مصر،الطبعة «السلفية الأولى»، ١٣٨٠ ١٣٩٠ هـ،ج3،ص:40

[20] ابن الجوزي، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي،زاد المسير في علم التفسير،الناشر دار الكتاب العربي بيروت الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ، ج1،ص:531

[21] الاسراء15:17

[22] ابن كثير،أبو الفداء إسماعيل بن عمر ،تفسير القرآن العظيم،ناشردار الكتب العلمية،منشورات محمد علي بيضون بيروت،الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ، ج5،ص:49

[23] ناصر الدين البيضاوي،أنوار التنزيل وأسرار التأويل،ناشر دار إحياء التراث العربي بيروت الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ،ج3:ص:350

[24] القرطبي،شمس الدين، أبو عبد الله، محمد،الجامع لأحكام القرآن،ناشر دار الكتب المصرية القاهر الطبعة الثانية، ١٣٨٤ هـ - ١٩٦٤ م،ج10،ص: ٢٣٢

[25] أبو بكر الرازي الجصاص،أحمد بن علي، أحكام القرآن،ناشر دار الكتب العلمية بيروت لبنان،الطبعة الأولى، ١٤١٥هـ/١٩٩٤م،ج3،ص: ٢٥٣

[26] المائدہ19:5

[27] محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی پاکستان، طبع2016ء،ج:3،ص:91

[28] ابن عطية،أبو محمد عبد الحق بن غالب،المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز،ناشر دار الكتب العلمية بيرو ،الطبعة الأولى - ١٤٢٢ هـ،ج:2،ص: ٣١٩

[29] إسحاق بن راهويه،مسند إسحاق بن راهويه،ناشر مكتبة الإيمان المدينة المنورة،الطبعة الأولى، ١٤١٢ - ١٩٩١،ج1،ص:133،رقم الحديث:41،كذا رواه ابن كثير فی تفسيره تحت آیت ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ و ابن حبان فی صحیحه رقم الحديث:5098

[30] النووي،أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج،ناشر دار إحياء التراث العربي بيروت الطبعة الثانية، ١٣٩٢،ج3،ص:79

[31] ابن حجر العسقلاني،أحمد بن علي،فتح الباري بشرح البخاري،ناشر المكتبة السلفية مصر،الطبعة السلفية الأولى،١٣٨٠ - ١٣٩٠ هـ،ج3،ص: ٢٤٦

[32] بخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،كتاب الجَنَائِزِ، بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ ،،رقم الحديث: ١٣٨٥

[33] ابن حجر العسقلاني،أحمد بن علي،فتح الباري بشرح البخاري،ناشر المكتبة السلفية مصر،الطبعة السلفية الأولى،١٣٨٠ - ١٣٩٠ هـ،ج3،ص: ٢٤٦

[34] ملا علی القاري، علي بن (سلطان) محمد،مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ناشر دار الفكر،بيروت لبنان الطبعة الأولى، ١٤٢٢هـ - ٢٠٠٢م،ج1،ص:185

[35] نور الدين الحلبي، علي بن إبراهيم بن أحمد،السيرة الحلبية(إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون)،ناشر دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الثانية - ١٤٢٧هـ،ج:1،ص: ١٥٦

[36] ابن حجر العسقلاني،أحمد بن علي،فتح الباري بشرح البخاري،ناشر المكتبة السلفية مصر،الطبعة السلفية الأولى،١٣٨٠ - ١٣٩٠ هـ،ج13،ص: ٣٥٣

[37] ابن الوزير،محمد بن إبراهيم بن علي،العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم،ناشر مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع،بيروت الطبعة الثالثة، ١٤١٥ هـ - ١٩٩٤ م،ج7،ص: ٢٥٥

[38] ابن تيمية،تقي الدين أبو العباس أحمد،الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح،ناشر دار العاصمة،السعودية الطبعة:الثانية، ١٤١٩هـ / ١٩٩٩م،ج2،ص:289

[39] أبو منصور الماتريدي تفسير الماتريدي(تأويلات أهل السنة)،الناشر دار الكتب العلمية بيروت، لبنان،الطبعة الأولى، ١٤٢٦ هـ - ٢٠٠٥ م ج10،ص: 219

[40] ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد، التحرير والتنوير،ناشر الدار التونسية للنشر تونس،سنة النشر: ١٩٨٤ هـ،ج:15،ص: ٥٢

[41] المظهري، محمد ثناء الله،التفسير المظهري،ناشر مكتبة الرشدية الباكستان،الطبعة ١٤١٢ هـ ،ج:2،ص: ٢٧٧

[42] ثناء اللہ پانی پتی، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مترجم: مولانا سید عبد الدائم جلالی، مکتبہ محمودیہ لاہور، ج:4،ص:32

[43] النساء48:4

[44] الانبیاء22:21

[45] الغاشیہ19:88،18،17اور20

[46] الملک4:67

[47] اصلاحی، امین احسن، تزکیہ نفس، فاران فاونڈیشن لاہور پاکستان 2021ء،ص:55اور56

[48] یونس47:10